سنوسی تحریک

حافظ عباداللہ فاروقی ایم اے

سنوسی تحریک کے بانی شیخ سنوسی ہیں، جن کا پورا نام سید محمد بن علی بن السنوسی الخطابی الحسینی الادریسی المناحری تھا، یہ فاطمی سید تھے جو الجزائر کے شہر مستغنم میں پیدا ہوئے، تاریخ پیدائش ۱۸۰۳ء ہے۔ الجزائر پر فرانس کا قبضہ ہونے لگا تو انہوں نے وطن عزیز کو خیر باد کہا، اور کئی اسلامی ملکوں میں پھرنے کے بعد طرابلس میں قیام پذیر ہوئے، اور وہیں سنوسی تحریک کی بنیاد رکھی۔ ان کا انتقال ۱۸۶۰ء میں ہوا اس تحریک کو طرابلس کی جنگ آزادی میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ جنگ عظیم میں سنوسیوں نے تقریباً پورے طرابلس کو اٹلی کے قبضہ سے چھڑا لیا تھا، ۱۹۴۳ء میں دوبارہ اتحادیوں نے طرابلس پر برطانوی قبضہ تسلیم کر لیا تو سنوسی لیڈروں نے اپنی جدوجہد پھر شروع کر دی۔ مسولینی نے ہر طرح سے انہیں صفحۂ ہستی سے مٹانے کی کوشش کی، ان کے خلاف وحشی غیر مہذب اور ظالم ہونے کا پروپیگنڈہ کیا گیا۔ یہی نہیں بلکہ ان کے وجود کو عیسائیت کے لئے مستقل خطرہ قرار دیا گیا۔ مسولینی کی اس روش پر جب یورپ کی دیگر اقوام معترض ہوئیں تو مسولینی پکار اٹھا اقبال کی زبانی سنیئے ؎

کیا زمانے سے نرالا ہے، مسولینی کا جرم؟
بے محل بگڑا ہے معصومانِ یورپ کا مزاج
میرے سودائے ملوکیت کو ٹھکراتے ہو تم
تم نے کیا توڑے نہیں کمزور قوموں کے زجاج؟
یہ عجائب شعبدے کس کی ملوکیت کے ہیں
راجدھانی ہے مگر باقی نہ راجہ ہے نہ راج!
تم نے لوٹے بے نوا صحرا نشینوں کے خیام!
تم نے لوٹی کشتِ دہقاں! تم نے لوٹے تخت و تاج
پردۂ تہذیب میں غارت گری، آدم کشی،
کل روا رکھی تھی تم نے، میں روا رکھتا ہوں آج[1]

آخر ۱۹۳۱ء میں جدید ترین ہتھیاروں کے استعمال سے انہیں کچل دیا گیا۔ اگرچہ ں شکست ہوگئی لیکن اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ اگر استبداد کا مقابلہ ے کے لئے سنوسی مجاہدین میدان میں نہ آتے تو اسلامی افریقہ انیسویں صدی میں ہی ے کی ہوس استعمار کا شکار ہوگیا ہوتا۔

علامہ اقبال ان حالات سے پوری طرح سے متاثر تھے۔ کم و بیش یہی زمانہ تھا، انہوں نے جاوید نامہ لکھا (یعنی ۱۹۲۶ء اور ۱۹۳۱ء کے درمیان) اس میں فلک کی سیر کرتے ہوئے خدایانِ قدیم کی ارواح سے ملاقات کرتے ہیں۔ سوڈانی درویش سید محمد احمد روحِ عرب کو بیداری کا پیغام دیتی ہے پھر روحِ افریقہ کو یوں خطاب ہے ؎

اے جہانِ مومنانِ مشک فام
از تو آید مرا بوئے دوام،

---

[1] ضربِ کلیم ص ۱۵۲

زندگانی تا کجا بے ذوقِ سیر تا کجا تقدیر تو در دستِ غیر
بر مقامِ خود نیائی تا بکے ، استخوانم در نیے نالہ چو نے
از بلا ترسی ؟ حدیثِ مصطفیٰ است
مرد را روزِ بلا روزِ صفا ست

" اے مشک جیسے چہروں والے مومنوں کی دنیا! یعنی اے افریقہ مجھے تیرے اندر سے دوام کی خوشبو آ رہی ہے ۔ آخر کب تک تو ذوقِ سیر کے بغیر زندگی گذارے گی کب تک تیری تقدیر غیروں کے قبضہ میں رہے گی ؟ تو کب تک اپنے اصل مقام پر نہ پہنچے گی ؟ میری ہڈیاں 'نے' کی طرح وقفِ فریاد و فغاں ہیں ۔ کیا تو مصیبتوں اور بلاؤں سے ڈرتی ہے ؟ آہ ! تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد نہیں کہ مرد کے لئے بلاؤں اور مصیبتوں کا دن گناہوں اور خطاؤں سے پاک و صاف ہونے کا دن ہے ۔"

اس مختصر تمہید کے بعد ہم شیخ سنوسی کی تحریک کا پورا جائزہ لیتے ہیں ۔

شیخ سنوسی کی تعلیم اور تبلیغ کے اصول خالص اسلامی تھے وہ قرآن وحدیث کے براہ راست مطالعہ پر زور دیتے تھے ۔ نیز اس بات کی تلقین کرتے تھے کہ پیغمبرِ اسلام جس سیدھے اور صاف انداز میں اسلام پیش کیا اور شروع زمانہ کے مسلمانوں نے جس طرح اس کو سمجھا اور اس پر عمل کیا وہی طریق کار امت کو اختیار کرنا چاہئے ۔ وہ آزادی کو اسلام کی بنیادی تعلیم قرار دیتے تھے اسی وجہ سے فکری اور سیاسی آزادی کے علمبردار تھے ۔ فکری آزادی سے ان کی یہ مراد تھی کہ مسلمان کا ذہن آزاد رہ کر خدا اور رسول کے احکام کی پیروی کرے ۔ اس کے بعد کسی مذہبی پیشوا یا بزرگ کی تقلید اس پر فرض نہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ گو شیخ سنوسی اپنے آپ کو مالکی فقہ کے پیرو کہتے تھے لیکن اس کی پیروی وہ سختی اور باقاعدگی کے ساتھ نہ کرتے تھے ۔ علاوہ ازیں وہ قرآن کو سمجھنے کے لئے مفسروں کی رائے کو ضروری نہ بتاتے تھے ۔ ان کا خیال تھا کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے علم حدیث کافی ہے ۔ جب تک لوگ علماء کی تقلید میں مقید رہیں گے ان کے ذہن پر قرآن کی حقیقت روشن نہ ہو سکے گی ۔ اس

. وہ ابتدائی دور کے اسلام کو عقائد اور عمل کا نمونہ قرار دیتے تھے اور اپنے رفقار
، نمونہ پر چلنے کی تبلیغ کرتے تھے۔

وہ سیاست کو اسلام سے الگ نہیں سمجھتے تھے، ان کی تحریک کا مقصد ہی یہ تھا کہ
انوں کی تنظیم اس طرح کی جائے کہ ان کی سیاسی اور سماجی زندگی کی مثالی اسلام کی
پر ہو۔

شیخ سنوسی کی تبلیغ الجزائر، ٹیونس اور طرابلس میں کامیاب رہی لیکن جب وہ
پہنچے تو جامعۂ ازھر کے علمار نے ان کو غیر مقلد قرار دیکر ان کی مخالفت کی۔ چنانچہ
ن مکہ جانا پڑا۔ یہاں ۱۸۳۵ء میں انہوں نے ابوقبیس میں اپنی پہلی خانقاہ قائم کی
ربابی فرقہ کے ساتھ اپنے تعلقات قائم کئے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جب مکہ کے علماء
کے خلاف ہو گئے تو انہیں ۱۸۴۳ء میں مکہ چھوڑ کر لیبیا کے صوبہ سائرینیکا میں
پذیر ہونا پڑا یہاں انہوں نے اپنی مشہور خانقاہ "زاویۂ بیضی" کے نام سے
کی۔ لیبیا . . . . میں یہی خانقاہ ان کی تبلیغ کا مرکز بنی۔ سنوسی تبلیغ کا پروگرام
ا کہ وہ پہلے ایک مرکز قائم کرتے جو "زاویہ" کہلاتا ہے یہ ایک شیخ کے ماتحت ہوتا تھا
پنی تعلیم سے مکمل طور پر آراستہ ہوتا تھا وہ اپنے حلقے میں اشاعتِ مذہب کے
ہ قبائلی اور انفرادی جھگڑوں کا بھی فیصلہ کرتا تھا۔ اس سلسلہ میں سنوسی شیخ کو وہ
بی حاصل ہوئی جو کبھی ترکوں کو میسر نہ آئی تھی۔ شیخ کے عقیدت مندوں پر فرض
لہ وہ تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے اپنے "زاویہ" کو امداد دیں۔ اس طرح جو رقم
، ہوتی تھی اس کا زیادہ حصہ "زاویہ" کی کوششوں کے سلسلہ میں صرف ہوتا تھا بقایا
تحریک کے مرکزی امیر کو پہنچائی جاتی اس طرح شیخ محمد علی سنوسی کے زاویوں نے
جلد ترکوں کی سلطنت کے اندر ایک دوسری سلطنت کی سی حیثیت اختیار
ا

نتیجہ یہ ہوا کہ ترکوں کو سنوسی تحریک کھٹکنے لگی۔ چنانچہ ۱۸۵۵ء میں جب ترک ان
خلاف آمادۂ جنگ ہوئے تو سنوسی لیڈروں نے گریز کیا اور جنگ کا موقعہ نہ دیا،

ان کا مقصد ملک گیری یا جنگ وجدل نہ تھا۔ بلکہ وہ اسلام کی تبلیغ کے لئے نکلے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتداء میں انہوں نے کوئی فوجی تنظیم بھی نہ کی تھی لیکن انہیں جلد محسوس ہونے لگا کہ اس کے بغیر چارہ نہیں۔ تاہم انہوں نے ترکوں کی جنگی کارروائی دیکھ کر 'سائری نیکا' کا علاقہ چھوڑ دیا اور 'جغبوب' کے نخلستان کو اپنا مرکز بنالیا اب ان کی جماعت فوجی رنگ اختیار کرنے لگی۔ شیخ سنوسی کا اس جگہ ۱۸۶۰ء میں انتقال ہوگیا۔ شیخ نے دو لڑکے، شیخ محمد شریف اور المہدی چھوڑے۔ المہدی کو مسند خلافت پیش کی گئی جو اس نے قبول کرلی۔

شیخ مہدی سنوسی نیک اور باشعور انسان تھے۔ ان کو بھی اپنے تقدس اور سیاسی دُور اندیشی کی وجہ سے قوم میں وہی مقبولیت حاصل ہوئی جو ان کے باپ کو حاصل تھی ان کے زمانہ میں سنوسی' زادیے' "لیبیا" سے باہر الجزائر فلسطین ترکی اور ہندوستان میں بھی قائم ہوئے شمالی افریقہ میں مشرق کی طرف مصر کی مغربی سرحد سے سوڈان کے وسط تک اور مشرقی صحرا میں طرابلس کے ساحلی علاقہ تک شیخ احمد سنوسی کا اثر قائم ہوگیا اور ان کو بادشاہی اختیارات حاصل ہوگئے۔ سنوسیوں کی بڑھتی ہوئی طاقت نے ترکوں کو خاصا پریشان کر رکھا تھا۔ سلطان عبدالحمید دوم کو اس بات کا پورا اندازہ ہوچکا تھا کہ طرابلس اور سائری نیکا کے بیشتر حصوں میں ترکی گورنروں کی وہ عزت اور وقار نہیں جو سنوسی شیخ کو حاصل ہے۔ سلطان عبدالحمید نے جنگ کا قصد کیا لیکن سنوسیوں نے ۱۸۸۹ء جغبوب کو چھوڑ کر 'کفرہ' کے ریگستان کو اپنا مرکز بنالیا یہاں حبشیوں کی ایک کثیر تعداد ان کے ساتھ مل گئی۔

یہاں انہیں فرانسیسیوں سے بھی نبرد آزما ہونا پڑا کیونکہ فرانسیسی کانگو کی طرف سے وسط سوڈان کی طرف بڑھ رہے تھے۔ یہ سنوسی علاقہ تھا۔ سنوسی ۱۹۰۱ء سے ۱۹۱۱ء تک ان کے خلاف برسرپیکار رہے بالآخر سنوسیوں کو یہ علاقہ فرانس کو دینا پڑا۔ فرانس نے ٹیونس پر بھی قبضہ کر رکھا تھا جس کو اٹلی بعض وجوہ کی بناء پر برداشت نہ کرتا تھا۔ لیکن فرانس نے یہ چال چلی کہ اٹلی کو اجازت دے دی کہ وہ طرابلس پر قبضہ

تاکہ ٹیونس کے بارے میں خاموش ہو جائے ۔ یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے
اس الغرب کی تمام آبادی مذہباً مسلمان تھی اور نسلاً عرب، بربر اور ترک تھے ۔
تعداد میں اطالوی بھی تھے ۔

فرانس کے ایما پر اٹلی نے طرابلس کو ہڑپ کرنے کی ٹھانی ۔ برطانیہ نے اطالویوں
ن جارحانہ اقدام کو باضابطہ منظور کیا ۔ مصر جو ابھی تک ترکوں کی سیادت و سلطنت
تھا اس کو برطانیہ نے مجبور کرکے غیر جانبدار رہنے کا اعلان کروا دیا تاکہ ترکوں کو
کے راستے سے طرابلس کے محاذ جنگ پر فوجیں بھیجنے سے روک سکیں ۔ ان حالات
لیبیا کی دونوں جماعتیں یعنی سنوسی عرب اور طرابلسی عرب ترکیہ کا ساتھ دے
میں ۔ ادھر ۱۹۱۲ء میں ترکوں کے خلاف یونان ، بلغاریہ اور سرویہ کا اتحاد
ہو گیا ۔ پھر عیسائی سلطنتوں نے سلطنت ترکیہ کی مسیحی آبادی کے حقوق کی حفاظت
بہانے ترکوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ۔ اس موقعہ پر ترکی نے مسلمانوں کو اتحادِ
نامی . . . . . . کی دعوت دی ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ طرابلس کی جنگ میں اٹلی کا صرف
ں اور لیبیا کے باشندوں ہی سے مقابلہ نہ تھا بلکہ کل اسلامی دنیا کی مخالفت کا
نا تھا ۔

ترکوں کی بدقسمتی ملاحظہ ہو ۔ یہ جنگ ابھی ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ ۱۹۱۲ء میں
جنگ بلقان شروع ہو گئی ۔ ترکوں کے لئے طرابلس اور بلقان کے محاذ پر بیک وقت
ناممکن ہو گیا ۔ ناچار انہوں نے طرابلس کو چھوڑ کر اٹلی کے ساتھ لوازن کے مقام پر
کر لی ۔ یہ صلح نامہ لوازن کا صلح نامہ کہلاتا ہے ۔ اس کی رُو سے ترکوں نے عملاً
س پر اٹلی کا قبضہ تسلیم کر لیا ۔ اٹلی نے اس کے جواب میں جزائر بحیرۂ ایجین سے اپنی
ں ہٹانا منظور کیا مگر بعد میں یہ وعدہ پورا نہ کیا ۔

ادھر لیبیا کو اگرچہ ترکوں نے اٹلی کے حوالے کر دیا ۔ لیکن لیبیا کے سنوسی عربوں
طرابلسی عربوں نے اٹلی کا سیاسی اقتدار تسلیم نہ کیا کیونکہ اس سے پیشتر ترک عربوں
زادی کا اعلان کر چکے تھے ۔ چنانچہ جنگ کا میدان گرم رہا ۔ اس علاقہ سے ترکی کا تسلط

اٹھ جانے کے باوجود اٹلی اس ملک کو فتح نہ کر سکا۔ سنہ ۱۹۱۵ء تک اٹلی کو پے در پے شکستیں ہوئیں۔ سنوسیوں نے اٹلی کو "سولم" کے مقام پر شکست دی لیکن آخرکار اطالوی فوجیں طرابلس اور حمص کے علاقوں پر قابض ہوگئیں۔

ادھر فرانس نے مراکش الجزائر اور ٹیونس کو ہضم کر رکھا تھا انگریز مصر کو غلام بنا چکے تھے۔ ایران کو روس ہڑپ کرنے کی فکر میں تھا جنگ عظیم کے بعد مسلمانوں پر وہ آفتیں ٹوٹیں کہ ان کے قوی مفلوج ہو کر رہ گئے۔ فرانس نے علاوہ ٹیونس اور الجزائر کے شام اور لبنان پر بھی قبضہ کر لیا۔ برطانیہ نے عراق اور شرق اردن پر اپنا تسلط جما لیا۔ اتحادی فوجوں نے قسطنطنیہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ یونانیوں نے انگریزوں کی شہ پا کر سمرنا کے مسلمانوں پر وہ ظلم ڈھائے جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ مشہد مقدس پر بھی گولہ باری کی گئی۔ ان حالات میں مولانا شبلی مرحوم فرماتے ہیں ؎

جو ہجرت کر کے بھی جائیں تو اسے شبلی کہاں جائیں
کہ اب امن و اماں شام و نجد و قیرواں کب تک؟

غرض جب کہ ترکیہ کی قوت پارہ پارہ ہوئی تو مسلمانوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ ان پُر آشوب اور نامساعد حالات میں بھی سنوسی عزب مقصد کی خاطر میدانِ جنگ میں لڑتے رہے۔ اس زمانہ میں سنوسی جماعت کے صدر نشین سید احمد شریف سنوسی تھے جو تحریک کے بانی سید محمد بن علی کے پوتے تھے۔ چونکہ یہ اتحادِ اسلام کے زبردست حامی تھے، اس لیے ترکی خلافت کی طرف سے ان کو شمالی افریقہ کا وائسرائے مقرر کیا گیا تھا پہلی جنگِ عظیم (سنہ ۱۹۱۴ء سے سنہ ۱۹۱۹ء تک) کے دوران میں چونکہ سنوسی فرقہ ترکوں کے ساتھ تھا اس لئے ترکوں کی مدد کی خاطر شیخ احمد سنوسی نے اتحادیوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ چنانچہ وسطی سوڈان اینگلو مصری سوڈان اور جھیل چھڈ کے علاقہ میں اتحادی طاقتوں کے ساتھ ان کی جنگ چھڑ گئی۔ سنہ ۱۹۱۵ء میں سنوسیوں نے مصر پر بھی حملہ کر دیا لیکن دو سال کی جنگ کے بعد سنوسیوں کو شکست ہوئی اور شیخ احمد کو جلاوطن ہونا پڑا۔ اٹلی والوں نے شیخ سید محمد ادریس سنوسی کو جو شیخ احمد شریف سنوسی کے چچازاد

بھائی تھے اور مدت سے مصر میں مقیم تھے، بلا کر سنوسیوں کا سردار بنایا اور اس سے یہ معاہدہ کیا کہ ان مقامات کو چھوڑ کر جو فوجوں کے قبضہ میں ہیں باقی کل سائرینیکا کا علاقہ شیخ ادریس کے قبضہ میں رہے گا۔

۱۹۱۸ء میں جب ترکی کو جنگ عظیم میں شکست ہوئی تو طرابلس کے عربوں نے اپنے ملک میں جمہوریت کا اعلان کر دیا۔ ۱۹۲۲ء میں انہوں نے شیخ احمد ادریس کو جمہوریت کا صدر بنایا۔ اٹلی کو یہ بات پسند نہ آئی۔ اسی زمانہ میں اٹلی میں انقلاب ہوا، فسطائی جماعت برسر اقتدار آئی اور اٹلی میں آمریت (ڈکٹیٹرشپ) قائم ہوگئی۔ اٹلی کی نئی حکومت نے لیبیا کی آزادی کو کچلنا چاہا۔ شیخ احمد سنوسی کو لیبیا چھوڑ کر مصر میں پناہ لینی پڑی، لیکن اس کے باوجود طرابلس کے قبائلی سردار اور سنوسی عرب اٹلی کے خلاف لڑتے رہے بالآخر لیبیا کے دونوں صوبوں کو انتظامی معاملات میں کچھ اختیارات مل گئے۔ لیکن یہاں کے باشندوں کو تسلی نہ ہوئی ملک میں بغاوت پھیل گئی اٹلی والوں نے قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ سینکڑوں عالموں کو برسر بازار پھانسی دی گئی۔ اٹلی کے یہ مظالم نو سال تک جاری رہے۔ عرب نہایت بہادری سے ان کا مقابلہ کرتے رہے آخر ان کے ملک پر اٹلی کا قبضہ ہوگیا لیکن سنوسی تحریک جاری رہی۔

گو شیخ محمد ادریس مصر میں جلاوطن تھے، لیبیا میں ان کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا، اٹلی کے قبضہ کے بعد بہت سے عرب لیڈروں کو جلاوطن ہو کر مشرق وسطیٰ میں پناہ لینی پڑی جہاں انہوں نے بالخصوص دمشق میں اٹلی کے خلاف انجمن قائم کی۔ یہ انجمن لیبیا سے باہر رہ کر اٹلی کی مخالفت کرتی رہی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دیگر عربی ممالک بھی لیبیا کے ساتھ ہمدردی کرنے لگے۔

۱۹۳۹ء میں جب یورپ میں دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی۔ اس وقت لیبیا کے عرب ایک کثیر تعداد میں جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہے تھے ان سب نے مصر میں اسکندریہ کے مقام پر ایک کانفرنس کی اور بذریعہ قرارداد یہ اعلان کیا کہ وہ لیبیا کے دونوں صوبوں کا لیڈر سید ادریس سنوسی کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس کے بعد کانفرنس ہی

کی تحریک پر سید ادریس سنوسی برطانوی فوجی افسروں سے ملے اور ان سے کہا اگر یہ وعدہ کیا جائے کہ برطانیہ لیبیا کو آزاد کر کے سید ادریس سنوسی کے حوالے کر دے گا تو لیبیا کے باشندے انگریزوں کو اٹلی کے خلاف مدد دینے کے لئے تیار ہیں۔ انگریز اس شرط کو ماننے پر آمادہ ہو گئے۔ لیبیا نے ۵ ہزار سپاہیوں کی ایک فوج جس کا نام "لیبین عرب فورس" تھا، انگریزوں کی مدد کے لئے بھیجی۔ ۱۹۴۲ء میں انگریزوں نے اٹلی کو شکست دی۔ جنگ کے ختم ہونے کے بعد انگریزوں نے لیبیا میں اپنا عارضی تسلط قائم کر لیا ملک کا نظام حکومت انگریزی فوج کے ہاتھ آگیا۔ البتہ بعض وہ عہدے جو اب تک اٹلی والوں کے پاس تھے عربوں کو دے دیئے گئے لیکن عربوں کو تشفی نہ ہوئی۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ سید ادریس کو امیر لیبیا مقرر کیا جائے اس کے جواب میں انگریزوں نے یہ کہا کہ ہیگ کے معاہدے کی رو سے ہم اس وقت تک دشمن سے چھینے ہوئے ملکوں کی آزادی کے بارے میں فیصلہ نہیں کر سکتے جب اتحادی قومیں متفقہ طور پر نئے نظام کے متعلق یہ طے نہ کر دیں کہ کونسا ملک کس کے پاس رہے گا۔

لیبیا والے آزادیٔ ملک کے لئے کوشاں رہے، بالآخر ۲۴ دسمبر ۱۹۵۱ء کو انہیں آزادی نصیب ہوئی اور سید محمد ادریس کو لیبیا کا پہلا بادشاہ تسلیم کیا گیا۔ اسی طرح الجزائر کے مسلمان پیہم کوششوں کے بعد لیلائے آزادی سے ہمکنار ہو چکے ہیں۔ سچ کہا ہے کسی نے۔

ع عروس ملک کسے در کنار گیرد تنگ

کہ بوسہ بر لب شمشیر آبدار زند